ہندوستانی اقبال شناس سید مظفر حسین برنی کے سوانح، آثار اور علمی و ادبی خدمات: تحقیقی جائزہ

ڈاکٹر محمد عامر اقبال اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سیال کوٹ، سیال کوٹ

عبیدہ تسنیم سینیئر سبجیکٹ سپیشلسٹ، گورنمنٹ گرلز ہائر سیکنڈری سکول، باغ، تحصیل و ضلع جھنگ

ڈاکٹر مشتاق عادل صدر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سیال کوٹ، سیال کوٹ

ABSTRACT:

Syed Muzaffar Hussain Burni was a highly educated government official on one of the highest positions. He played an important role in making Urdu the second largest language in Bihar. He faced many difficulties during his employment but his stability did not falter. No literary, intellectual or artistic information about him is provided from his home, office or any loved one. It's weird and wonderful as well. He has faced opposition from Iqbal Specialists. Whatever he did with reference to Iqbal was in the light of arguments. His services to acceptance are unforgettable. Despite his busy schedule, he never let his literary taste get depressed. His book has been translated into many Indian languages. In this way, the boundaries of Iqbal's thought became wider. Mr. Burni’s attachment to Iqbal also came to the fore. He did diligent research on Iqbal's letters by arranging them chronologically. He preserved the treasure of Iqbal's letters in four volumes. The case of the first volume is an authentic scientific and literary document. He has expanded Iqbal's thought in the expression of patriotism. There are different opinions on his research and critical work. He founded Iqbal Academy in Delhi. Now Professor Abdul Haq has made it even better and has also published a bi-monthly magazine. Mr. Burni's Iqbalism is an authoritative chapter of research and criticism. From reading this article, new areas of his understanding Iqbal’s thought will open up and excellent source will be added in the field of Iqbal Studies. Avenues of Iqbaliyat will also expand.

KEYWORDS:

Stability, Patriotism ,Collection , publication, Letters of Iqbal

تلخیص:

سید مظفر حسین برنی اعلیٰ تعلیم یافتہ سرکاری افسر تھے۔ آپ عمدہ ترین عہدوں پر تعینات رہے۔ ’’صوبہ بہار‘‘ میں اردو کو دوسری بڑی زبان کا درجہ حاصل کرنے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔ آپ کو ملازمت کے دوران بہت سی مشکلات کا سامنا رہا مگر آپ کے پایہ استقلال میں لغزش نہ آئی۔ آپ کے گھر، دفتر یا کسی بھی عزیز سے آپ کے بارے میں کوئی ادبی، فکری و فنی معلومات دستیاب نہیں۔ یہ بات عجیب اور حیرت انگیز ہے۔ آپ کو ماہرینِ اقبالیات کی مخالفت کا سامنا رہا۔ اقبال

کے حوالہ سے آپ نے جو کام بھی کیا وہ دلیل کی روشنی میں کیا۔ اقبالیات کے لیے آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ مصروفیت کے باوجود آپ نے ادبی ذوق کو کبھی افسردہ نہ ہونے دیا۔ آپ کی تصنیف کا کئی ہندوستانی زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ اس طرح فکرِ اقبال کی حدود کو وسعت میسر آئی۔ برنی صاحب کا اقبال سے والہانہ لگاؤ بھی سامنے آیا۔ آپ نے اقبال کے خطوط پر جانفشانی سے تحقیقی کام کیا۔ انہیں زمانی تاریخی ترتیب دی۔ چار جلدوں میں اقبال کے خطوط کا خزانہ محفوظ کیا۔ پہلی جلد کا مقدمہ مستند علمی و ادبی دستاویز ہے۔ آپ نے حب الوطنی کے اظہار میں فکرِ اقبال کے افکار کو توسیع دی ہے۔ آپ کے تحقیقی اور تنقیدی کام پر مختلف آراء سامنے آتی ہیں۔ آپ نے دہلی میں اقبال اکادمی کی بنیاد رکھی۔ اب پروفیسر عبدالحق نے اسے مزید بہتر صورت دی ہے اور ایک ششماہی مجلہ بھی جاری کیا۔ برنی صاحب کی اقبال شناسی تحقیق و تنقید کا مستند باب ہے۔ اس مضمون کے مطالعہ سے اقبال فہمی کے نئے گوشے کھلیں گے۔ اقبالیات کے میدان میں عمدہ ماخذ کا اضافہ ہو گا۔ اقبالیات کی راہیں مزید وسعت اختیار کریں گی۔

فکرِ اقبال کو پروان چڑھانے اور ملتِ اسلامیہ کو بیدار کرنے کے لیے بہت سے ماہرین نے اقبال کے نظریات پر روشنی ڈالی ہے۔ اپنی محنت کے بل بوتے پر اقبالیات کے موضوعات کی تفسیر و توسیع کے لیے بہت کچھ لکھا۔ اس محنت کی بنا پر ایسے لوگ اقبال شناس کہلائے اور عوام میں پذیرائی حاصل کی۔ ایسا ہی ایک نام سید مظفر حسین برنی بھی ہے۔ آپ نے اقبال کے خطوط کو زمانی اور تاریخی ترتیب دی اور عوامی حلقوں میں پذیرائی حاصل کی۔ آپ کا تعلق "برن" (بلند شہر) کے ایک ذی وقار خانوادے سے ہے۔

آپ 14۔ اگست 1923ء کو بلند شہر میں پیدا ہوئے۔ آپ نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی تھی اس میں خدمتِ علم و ادب کی ایک طویل اور مسلسل روایت رہی ہے۔ آپ کا تعلیمی سلسلہ بہت عمدہ رہا۔ بی۔ اے میں انگریزی ادب میں ٹمپیل گولڈ میڈل حاصل کیا۔ پھر انگریزی ہی میں ایم۔ اے بھی کیا۔ 1947ء میں انڈین ایڈمنسٹریٹو سروس "آئی اے ایس" کے مقابلہ کے پہلے امتحان میں کامیاب ہوئے اور ریاست اڑیسہ میں تعینات کیے گئے۔

مرکزی حکومت نے آپ کی صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ کیا۔ آپ جوائنٹ سیکرٹری کمیونٹی ڈویلپمنٹ رہے۔ محکمہ زراعت میں جوائنٹ سیکرٹری رہے۔ ایڈیشنل سیکریٹری وزارتِ پٹرولیم و کیمیکلز کا انتظامی عہدہ سنبھالے رکھا۔ وزارتِ اطلاعات و نشریات کے اہم ترین ادارے میں سیکریٹری رہے۔ بورڈ آف ریونیو میں رلیف کمشنر رہے۔ چیف سیکرٹری اور ڈویلپمنٹ کمشنر کے اعلیٰ ترین عہدوں پر ذمہ داریاں سرانجام دیں۔ وزارتِ داخلہ میں سیرٹری جیسے عہدے پر کام کر کے نیک نامی حاصل کی۔ ناگالینڈ، منی پور، تری پورہ اور ہریانہ کے گورنر رہے۔ مرکزی حکومت کے اقلیتی کمیشن کے چیرمین رہے۔ پبلک سیکٹر کے تقریباً آٹھ اداروں میں ڈائریکٹر کی حیثیت سے ذمہ داریاں سرانجام دیں۔ بہت سی بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت کی اور تقریباً 42 ممالک کی سیر و سیاحت بھی کی۔ اتنی مصروفیت کے باوجود آپ کے دل میں فکرِ اقبال کو پروان چڑھانے کا جذبہ کبھی ماند نہ پڑا۔ اور آپ نے اقبال شناسی کا نیا باب رقم کیا۔

اعلیٰ ترین عہدوں پر ذمہ داری ادا کرنے کے باوجود آپ اردو زبان و ادب کی خدمت میں کوشاں رہے اور کبھی بھی اپنی ملازمت یا ذمہ داری کی مشکلات کو راہ کی رکاوٹ نہ بننے دیا۔ ان حالات میں ہم عصر معاصرانہ چشمک بھی راہ کی رکاوٹ بن جاتی ہے مگر آپ نے کبھی ان مشکلات سے دل برداشتہ ہو کر اپنا مقصد بالائے طاق نہ رکھا۔ آپ کا ایک بہت بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے بہار میں اردو کو دوسری بڑی زبان کا درجہ حاصل کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس عظیم اور تاریخی کام میں اندرونِ خانہ آپ کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ شاید کوئی بھی اردو والا اس سے واقف نہ ہو اور یہ بات آج تک سرکار کی فائلوں میں دفن ہے۔ برنی 81-1980ء میں وزارتِ داخلہ میں سیکرٹری تھے۔ ان دنوں وزیرِ اعظم اندرا گاندھی تھیں اور کچھ ایسی خواہش رکھتی تھیں کہ شمالی ہند کے بعض صوبوں میں اردو کو سرکاری زبان بنایا جائے۔ آپ نے اس ارادے کو بھانپ کر بہار کا انتخاب کیا کہ بہار سے اس تجربہ کا آغاز کیا جائے۔ لہذا بہار کے وزیرِ اعلیٰ

پنڈت جگن ناتھ مشرا نے اپنی کابینہ کی میٹنگ میں سب سے پہلے اردو کو دوسری سرکاری زبان بنانے کی تجویز رکھی جو منظور ہو گئی۔ اور اس کی کامیابی کا سہرا اسید مظفر حسین برنی کے سر ہے۔

اس کے باوجود لوگ برنی صاحب پر الزام دھرتے تھے کہ سرکاری افسر ہونے کی وجہ سے انہوں نے مقام حاصل کیا ہے۔ کئی لوگ تو یہ بھی کہتے تھے کہ آپ نے ہندوستانی حکومت کو خوش کرنے کے لیے اقبال کے افکار میں من گھڑت تاویلات سے پاکستان کی مخالفت یا اقبال کو نظریہ پاکستان سے دستبردار ہونے کی باتیں عوام تک پہنچائی ہیں۔ کچھ افراد کا خیال ہے کہ اس بنا پر ہی آپ نے ترقی کی ہے۔

جامعہ دہلی کے شعبہ اردو کے سابقہ صدر پروفیسر عبدالحق نے اپنے خط میں اس امر کا اظہار کیا تھا کہ:

"آئی اے ایس ہندوستان میں وزرا اور حکام سے بالاتر ہوتے ہیں"(1)

اس سے یہ بات محسوس کی جاسکتی ہے کہ اعلیٰ افسر ہونے کی وجہ سے اپنی مصروفیات کی بنا پر آپ عوام سے کچھ دور رہے ہیں۔ حالانکہ میری جب ملاقات ہوئی تو ان کے مزاج میں کہیں غرور یا تکبر کا شائبہ تک نہ ہوا۔ صرف ان کے اعلیٰ عہدوں کی وجہ سے لوگ خود ہی ان سے دور ہو گئے اور ان پر یہ الزام لگا دیا کہ اعلیٰ افسر ہونے کی وجہ سے عوام کی ان تک رسائی نہیں۔ بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ اعلیٰ افسر ہونے کی وجہ سے دوسرے لوگوں کے کام کو انہوں نے خود سے منسوب کر لیا ۔ پروفیسر عبدالحق کے خط سے ان باتوں کا بخوبی جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ پروفیسر عبدالحق نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ برنی صاحب نے اردو کو دھیلے کا بھی فائدہ نہیں پہنچایا۔ اور وہ اقبال شناس اس طرح بنے کہ وہ بڑے افسر تھے۔ پروفیسر عبدالحق کے خیال کے مطابق کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کا زیادہ کام ڈاکٹر تو قیر احمد خاں اور مرحوم نثار احمد فاروقی کا ہے۔

ان باتوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے زمانے کے ماہرین اقبالیات کی مخالفت کا سامنا تھا۔ شاید یہ ان کا عہدہ ہی تھا کہ لوگ ان سے دور ہو گئے۔ میں نے 24۔ مارچ 2005ء کو ان سے ہونے والی ملاقات میں استفسار کیا کہ آپ کبھی پاکستان کیوں نہ آئے تو انہوں نے صاف طور پر واضح کیا کہ ایک تو میں حکومت کے زیادہ قریب تھا اور دوسرا یہ کہ کبھی ایسا موقع بھی نہیں آیا۔ یہ ان کی وہ مشکلات تھیں جن کا سامنا انہیں اعلیٰ افسر ہونے کی وجہ سے کرنا پڑا اور وہ اقبال شناسوں سے دور ہو گئے۔

آپ کو ہندوستان کے اس مراعات یافتہ طبقہ میں شمار کیا جاتا تھا جو بھارت میں اقبال کو شدھی کرنے کی بھارتی مہم کے لیے سرگرداں تھا حالانکہ اقبال کے حوالہ سے جو بھی کام آپ نے کیا وہ نہایت دلیل اور تحقیقی تجربہ کی روشنی میں کیا اور یہی ان کے "اقبال شناس" ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مقالہ نگار نے جب برنی صاحب پر تحقیق کا آغاز کیا تو ان کے گھر والوں سے رابطہ بھی ہوا۔ خطوط اور ٹیلی فون کے ذریعہ سے مسلسل رابطہ رہا۔ ان کے ایک عزیز نے برنی منزل، بلند شہر ہندوستان سے جواب دیا۔ انہوں نے نہایت افسوس کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا کہ برنی صاحب کی صحت بالکل جواب دے چکی ہے۔ اور وہ صاحب فراش ہیں۔ ان صاحب نے یہ بھی لکھا کہ اب ان سے کسی قسم کی معاونت میسر نہیں آسکتی۔ برنی صاحب کی اہلیہ کے علیل ہونے کا ذکر بھی کیا گیا تھا۔

اس طرح یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ پھر ان کی دیکھ بھال کون اور کیسے کرتا ہوگا تو خط لکھنے والے نے بتایا کہ ان کے بیٹے یکے بعد دیگرے آتے رہتے ہیں اور والدین کی خدمت کرتے ہیں۔ مکتوب نگار نے یہ بھی بتایا کہ برنی صاحب کے حوالہ سے کسی کے پاس کوئی معلومات نہیں کہ جو فائدہ مند ہو۔

برنی صاحب کے صاحبزادے نے میرا خط اپنے اس عزیز کے حوالے کیا تاکہ وہ میرے خط کا جواب دے سکے۔ جواب دینے والے نے یہ بھی بتایا کہ وہ برنی صاحب کا عزیز ہے۔ اس حوالہ سے عجیب بات یہ ہے کہ برنی صاحب کے گھر میں ان کا کمرہ اور الماری کیا بالکل خالی تھی کہ اس میں کوئی معلومات ہی میسر نہ آسکے۔ برنی

صاحب کی وہ تمام کاوشیں کہاں کھو گئیں؟ یا کس کے ہاتھ لگیں کہ ان کا میسر آنا ہی مشکل بلکہ ناممکن ہو گیا۔ خدا جانے یہ معلومات کس لیے چھپا کر رکھی گئی تھیں یا اس سے کیا حاصل کیا جا سکتا تھا۔ اگر وہ اقبال سے اتنی عقیدت رکھتے تھے تو ان کے ارد گرد افراد کو اس بات کی خبر بھی تھی تو پھر برنی صاحب پر ہونے والی تحقیق کے لیے ان لوگوں نے وہ معلومات کیوں مہیا نہ کی۔ یہ ایک سوالیہ نشان ہے اس بات پر کہ ان کے اہل خانہ اور احباب اس معلومات کو کب اور کس مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ برنی صاحب کے اس عزیز کی طرف سے 23، فروری 2008ء کا لکھا ہوا ایک اور مکتوب موصول ہوا جس میں انہوں نے بتایا کہ آپ کا سابقہ مکتوب بنام یاسمین دختر سید مظفر حسین برنی، برنی کے صاحب زادے نے مجھ کو بھیجا تا کہ میں اس کا جواب آپ کو بھیج دوں اور حالات سے آگاہ کروں۔

راقم الحروف نے برنی صاحب کے حوالہ سے ایک سوالنامہ بھی بنا کر ارسال کیا تھا جس کا جواب ان کی بیٹی یا بیٹا بھی دے سکتے تھے مگر خط کا جواب دینے والے نے بتایا کہ حقیقی مجبوریوں کی وجہ سے معلومات فراہم کرنا ممکن نہیں۔ مزید لکھا:

> ”میں برنی صاحب کا رشتہ کا ایک بھائی ہوں۔ عمر میں ان سے دس سال چھوٹا ہوں۔ یو۔ پی کے ایک شہر میں رہتا ہوں۔ برنی صاحب کے ماشاء اللہ تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ ان کی اہلیہ حیات ہیں۔ ان کے تینوں بیٹے مکمل تعلیم کے بعد بسلسلہ ملازمت ملک سے باہر چلے گئے تھے۔ دونوں بیٹیوں کی شادی کم عمری میں ہی ہو گئی تھی۔ بڑی بیٹی بیوہ ہو گئیں۔ دوسری بیٹی کے شوہر ایک دور دراز کے صوبہ میں پولیس آفیسر ہیں۔
>
> بھابھی (برنی کی اہلیہ) ایک آپریشن کے بعد اپنی یادداشت کھو چکی ہیں۔ ان کے بیٹے چھٹی لے کر وقفہ وقفہ سے آتے رہتے ہیں اور والدین کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ نزدیکی بزرگوں میں کوئی ایسا بزرگ باقی نہیں ہے جو برنی صاحب کے بچپن کے حالات بتائے۔ دورانِ ملازمت ان کے بچے زیرِ تعلیم تھے اور ان کی سرکاری اور غیر سرکاری مصروفیتوں اور سرگرمیوں اور ان کے وسیع حلقہ احباب سے مکمل ناواقف تھے۔ اڑیسہ کے دور دراز صوبہ میں ان کی تعیناتی رہی۔ عزیز و اقارب سے ادھر آنے پر ملاقات ہو جاتی تھی۔ بدقسمتی سے بھابھی کی یادداشت کھو دینے کے بعد سے اب کچھ یاد نہیں۔ برنی صاحب کا زیادہ وقت دواؤں کے اثرات میں گزرتا ہے۔ ان سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور کیسے آپ کے پراجیکٹ میں تعاون دے سکے گا۔ بہت افسوس ہے کہ آپ کی زبردست دلچسپی کے باوجود اس موقع سے فائدہ نہ اٹھایا جا سکا“(2)

کس قدر حیرت کی بات ہے کہ تین بیٹوں اور دو بیٹیوں کے باوجود برنی صاحب اتنے بے بس تھے کہ ان کی ذات اور حیات کو دوام پہنچانے کے لیے کوئی بھی معاونت کو تیار نہ ہو۔ وہ معاشرہ کہاں ہے جہاں ابھی اقدار اور روایات کی قدر باقی ہے اب بھی بزرگوں کا احترام اور ان کی خدمت معاشرہ کا اہم ترین جزو ہے؟

برنی صاحب نے ایک بھرپور زندگی گزاری تھی۔ آپ کی اہلیہ جن کے نام آپ نے کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی پہلی جلد کا انتساب کیا اور لکھا تھا:

> اپنی محبوبہ اور رفیقۂ حیات
> صبیحہ برنی کے نام
> جن کی حوصلہ افزائی، ہمدردی و دمسازی، ایثار و قربانی اور پر خلوص تعاون سے یہ ممکن ہوا کہ
> مجھ ایسا ہیچمدان جس کی ایک عمر کوئے انتظامیہ کی آوارہ گردی میں گزری ہو
> ”حریفِ مئے مردافگنِ تحقیق“
> ہونے کی ہمت کرے(3)

وہ محبوبہ اور رفیقِ حیات اور اس کی اولاد برنی صاحب جیسے محقق، اقبال شناس، سرکاری افسر(ر) اور ایک قابل شخص کے نام کو دوام پہنچانے کی خاطر کچھ بھی نہیں کر پائے۔ یہی آسمان کا رنگ ہے جو ہر دم بدلتا رہتا ہے۔

آپ کی اقبالیات کے لیے خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ آپ جب تک زندہ رہے، اقبال کے فکر و فن اور فلسفہ کی تبلیغ و توسیع میں مصروف رہے۔ سرکاری مصروفیات کے باوجود، اقبال سے محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے رہے اور قافلۂ اقبال کے ساتھ مل کر ان کی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ ملی اور قومی خدمات کی اس طویل اور مصروف زندگی میں بھی آپ نے اپنے ادبی ذوق کو کبھی افسردہ نہیں ہونے دیا۔ وہ انگریزی ادب اور فارسی کے علاوہ ان زبانوں کی مدد سے عالمی ادب کے شاہ پاروں کا مسلسل مطالعہ کرتے رہے۔ انہیں ابتدا ہی سے اقبال کی شاعری اور فکر و فلسفہ سے گہرا شغف تھا۔ ان کا مطالعہ بھی بہت وسیع تھا۔ اقبال کے حوالہ سے لکھی گئی ان کی کتاب محبِ وطن اقبال کا دیگر زبانوں یعنی انگریزی، اردو اور ہندی کے علاوہ کنٹر، تیلگو اور ملیالم زبانوں میں بھی ترجمہ ہوا۔ ان کی یہ بھی خواہش تھی کہ بنگالی، آسامی اور تامل زبانوں میں بھی فکرِ اقبال کی روشنی پروان چڑھے۔ ڈاکٹر توقیر احمد خاں، سابق صدر شعبہ اردو، جامعہ دہلی، جو اقبالیات کے بہت سے منصوبوں میں آپ کے ساتھ رہے، اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

> "کتاب کے تراجم دوسری ہندوستانی زبانوں مثلاً تامل، آسامی اور بنگالی وغیرہ میں بھی شائع کیے جارہے ہیں۔ اس لیے مصنف کو اور بھی اشتیاق ہوا کہ اسی بہانے اقبال کی کچھ نظموں کے بعض تراجم دوسری زبانوں میں ہو کر غیر اردو داں حلقہ تک پہنچ سکیں گے۔۔۔ اس سے سید مظفر حسین برنی کا اقبال سے والہانہ لگاؤ بھی ظاہر ہوتا ہے "(4)

آپ کی اقبال شناسی کا یہ منہ بولتا ثبوت ہے کہ آپ نے نہایت محنت سے کلیاتِ مکاتیب اقبال کی چار جلدوں کو مرتب کیا اور اقبال کے تمام دستیاب خطوط کو زمانی تاریخی ترتیب سے عوام کی خدمت میں پیش کیا جو تحقیق و تنقید اور اقبالیات کے میدان میں کسی معجز نمائی سے کم نہیں۔ پہلی جلد کا ضخیم مقدمہ اردو زبان و ادب اور تاریخی تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ بھی برنی صاحب کی یہ خواہش تھی کہ چند اور کتب بحوالہ اقبال لکھی جائیں۔ اور ساتھ ہی اپنی سوانح عمری بھی لکھنا چاہتے تھے مگر بوجہ علالت یہ کام پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا کیونکہ ہندوستان اور پاکستان کے زعماء نے برنی صاحب کی دیگر کتب کا ذکر نہیں کیا۔ کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی چار جلدوں کے علاوہ ایک "محبِ وطن اقبال" ہے جو کہ "اقبال اور قومی یک جہتی" کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ اس کا ثبوت وہ مکتوب ہے جو پروفیسر عبدالحق نے مقالہ نگار کے نام لکھا اور بتایا۔

> "ان کی دوسری اور کوئی تصنیف میری نظر میں نہیں ہے "(5)

اقبال کا "ترانہ ہندی" سے "ترانہ ملی" تک ذہنی سفر بہت اہم اور پیچیدہ ہے۔ دراصل اس کا تجزیہ کرتے ہوئے ہمارے نقاد اقبال کو اپنے نظریات کی چادر اوڑھا دیتے ہیں۔ اقبال نے یورپ کے قیام کے دوران قریب سے دیکھا تھا کہ کس طرح حب الوطنی کی سوچ حد سے بڑھ کر جنگ جوئی اور جارحیت میں بدل گئی اور کس طرح خود مختار اور طاقتور فوجی ریاستیں یورپ میں پیدا ہوئیں اور کس طرح چھوٹی اور کمزور قوموں کو محکوم بنانے کی دوڑ شروع ہوئی۔

برنی صاحب کا خیال تھا اقبال نے قومیت کے عقیدے کو ترک کر دیا مگر اپنے وطن سے ان کی محبت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ وہ وطن پرستی کے خلاف نہ تھے بلکہ اس تنگ نظری اور جنوں کے خلاف تھے جو انسان کو تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔

دراصل اقبال کا گوہرِ مقصود ہی ایسا تھا جو وطن سے بھی عزیز تر تھا۔ اگر برنی صاحب فکرِ اقبال اور اقبال کی حضرت محمدؐ سے محبت اور عقیدت کو ملحوظِ خاطر رکھتے تو انہیں حضرت رسالت مآب ﷺ کی ہجرت کا وہ واقعہ یاد آتا جب حضورؐ نے ایک خدا کی عبادت کا مقصد اپنے سامنے رکھا اور اس کی تکمیل کے لیے اپنے وطن سے بھی ہجرت کر لی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وطن سے محبت بھی ضروری ہے اور اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے ہجرت بھی، شرط یہ ہے کہ مقصد نیک ہو۔ تاریخی تناظر میں دیکھیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وطن کی محبت کو مقصد کی تکمیل میں حائل نہیں ہونا چاہیے

ہجرت مدینہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مقصد کو اولیت دی گئی اور جنم بھومی کی محبت کو سدِ راہ نہیں بننے دیا گیا۔ ان تمام واقعات اور تاریخی عوامل کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فکرِ اقبال میں وطن سے محبت کا جو تصور ہے وہ مقصد پر حاوی نہیں ہوتا۔ بلکہ مقصد کو ہر حال میں مقدم سمجھا گیا ہے۔ اب اسے برنی صاحب یا پھر دیگر ماہرین اقبالیات کسی بھی حوالے سے دیکھیں یہ ہر اقبال شناس کی اپنی کاوش، اپنا رخ اور اپنا انداز ہوگا۔ اقبال شناسی کے موجودہ دور میں ایسے ذاتی مغالطے بعض اوقات غلط فہمی پیدا کر دیتے ہیں۔ جن میں غیر جانبداری کا فقدان ہوتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر قسم کی عصبیت سے بالاتر ہو کر مثبت اندازِ فکر اپناتے ہوئے تنقیدی محاکمہ کیا جائے۔ جب بھی کوئی نقاد کسی باکمال شخصیت پر مثبت اندازِ فکر کو بروئے کار لاتے ہوئے کوئی رائے قائم کرتا ہے تو اس سے فکر و نظر کے نئے دریچے کشادہ

ہوتے ہیں۔ برنی صاحب کی اقبال شناسی کے بارے میں ہندوستانی ماہرین کا کہنا ہے:

> "آپ نے اقبال کو خود ان کے نظریات اور فن کے آئینے میں دیکھنے کی کامیاب کاوش کی ہے"(6)

آپ کا نام اردو اور اقبالیات کے ماہرین کے لیے کسی بھی طرح اجنبی نہیں۔ آپ نے اس حقیقت کو کبھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیا کہ دائمی زندگی کے لیے قلم کی دولت سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں محفلوں کی جان اور اقبال شناسی کے ماہرین کا مقام حاصل بھی ہوا۔ آپ نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود جس طرح طبع آزمائی کی ہے وہ ان کے کمالِ فن اور ذوق و شوق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

برنی صاحب نے چند ایسے واقعات کو بھی اقبال کی ذات سے منسوب کر دیا جن کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ آپ کے مطالعہ کی وسعت تو سب کے سامنے ہے انہوں نے کئی درجن کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ ان کی تصانیف میں موجود کتابیات اس مطالعہ کی گواہ بھی ہیں۔ کچھ لوگ اقبال کو دبے الفاظ میں فرقہ پرست شاعر بھی سمجھتے ہیں مگر برنی صاحب نے اپنی اقبال شناسی کے ذریعہ سے ایسے مفاد پرست لوگوں کی راہ ضرور روکی ہے جنہوں نے جان بوجھ کر یا نادانستگی میں اقبال کی شخصیت کو ایک فرقہ پرست شاعر کے طور پر پیش کیا ہے۔

بلاشبہ اقبال کے سلسلے میں پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے آپ کی کاوشوں پر کوزے میں سمندر کو سمو دینے والی مثل صادق آتی ہے۔ آپ نے اپنی اقبال شناسی کے ذریعے بڑی بالغ نظری، عمدگی اور جامعیت کے ساتھ ان تمام غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کی ہے جو حب الوطنی کے بارے میں کسی کو ہو سکتی ہیں۔ اقبال خصوصی نظریۂ ملت اور قوم سے دلچسپی رکھتے تھے جو کہ ان کے افکار سے بھی عیاں ہے۔ فکرِ اقبال میں ایک ایسا نیا شوالہ بھی ملتا ہے جس میں ہندو اور مسلم مل جل کر رہ سکیں۔ ماہرینِ اقبالیات نے اس حوالہ سے بہت کچھ لکھا بھی ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے فرمایا تھا:

> "آپ کے وسیع مطالعہ اور اظہارِ خیال کی قدرت سے مسرت بھی ہوتی ہے اور حیرت بھی کہ ان مصروفیات کے ساتھ آپ نے تحقیق اور تصنیف کے لیے وقت نکالا۔ ہونا تو یہ بھی چاہیے تھا کہ اقبال کی شاعری اور پیغام کے دیگر پہلوؤں پر بھی آپ کو توجہ دینے کا وقت میسر آتا جو اقبال کے کلام کی اصل روح اور قدر و قیمت ہے"(7)

آپ نے اقبال کی شاعری اور تصورات کے مختلف پہلوؤں پر جس عمدگی سے بحث کی ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ اعلیٰ درجہ کے اقبال شناس تھے اور مشرق و مغرب کے تصورات پر آپ کی نظر گہری تھی۔ آپ نے وہ خوشبو خاص طور پر سونگھی تھی جو اقبال کی شاعری کے ہندوستانی عناصر میں پائی جاتی ہے۔ آپ نے اقبال کے پیغام کو بڑے دلکش اور عالمانہ انداز میں پیش کیا۔ ان کی ذات ستودہ صفات ادبیاتی ذوق سے مستنیر، حالاتِ گرد و پیش سے باخبر اور انسان دوستی سے بھرپور تھی۔ آپ کی ادبیات پر گرفت خاصی مضبوط تھی اور ان کا علم سرچشمۂ افہام و تفہیم سے عبارت تھا۔ اقبال اور اقبالیات سے دلچسپی اور اس کا غائر مطالعہ کوئی معمولی بات نہیں۔ شمس الرحمٰن فاروقی نے آپ کی اقبال شناسی کا اعتراف کچھ ان الفاظ میں کیا تھا۔

"آپ نے جس عمدگی سے بحث کی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اعلیٰ درجہ کے اقبال شناس ہیں اور مشرق و مغرب کے تصورات پر آپ کی نظر گہری ہے"(8)

اقبال اور اقبالیات سے دلچسپی اور اُن کا غائر مطالعہ معمولی بات نہیں۔ برنی صاحب نے اس مطالعہ کی بنا پر اقبالیات کی دنیا میں کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی چار جلدیں مرتب کیں۔ محققین و مفکرین اقبال شناس دلی خواہش رکھتے تھے کہ اقبال کے تمام خطوط یک جا کیے جائیں اور برنی صاحب نے یہ خواہش پوری بھی کی۔ آپ کی ان کاوشوں کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب نے اقبال کے تمام خطوط مرتب کرنے کی تجویز پیش کی تھی جسے برنی صاحب نے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور خطوط کی زمانی تاریخی ترتیب دے کر شائقینِ اقبال کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ کی اس کوشش کو سراہتے ہوئے پروفیسر عبد الحق نے کہا:

"اقبال کے خطوط کی ترتیب و جمع و اشاعت کا یہ سب سے اہم اور مفید کارنامہ ہے"(9)

کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی تدوین و ترتیب کے کام پر اعتراضات بھی سامنے آئے جو اس مضمون میں شامل نہیں ہیں۔ اس بحث کو کسی اور مضمون کے لیے محفوظ رکھا گیا ہے۔ یہاں برنی صاحب کی کاوشوں کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔ برنی صاحب کی خدمات پر نظر ڈالیں تو اقبال اکادمی ہند۔ دہلی کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اقبال اکادمی دہلی کا قیام 88-1987ء میں عمل میں آیا۔ اس سے قبل وہاں اقبال کے حوالہ سے لوگ اقبالیات میں مصروفِ عمل تو رہتے تھے مگر برنی صاحب نے اسے باقاعدہ ایک منظم ادارہ بنانے کا قصد کیا۔

دہلی کے پروفیسر ڈاکٹر توقیر احمد خاں سابق صدر شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی دہلی سے فون پر رابطہ کیا گیا اور اس حوالہ سے معلومات حاصل کی گئیں۔ انہوں نے بتایا کہ 88-1987ء میں برنی صاحب نے باقاعدہ تقریب منعقد کروائی جس میں دہلی کی مقتدر شخصیات نے شرکت کی تھی۔ ڈاکٹر توقیر احمد خاں خود بھی اس تقریب میں شریک ہوئے تھے اور اقبال اکادمی دہلی کا قیام عمل میں آیا۔

اقبال سے محبت اور ان کے افکار کی ترویج کے لیے برنی صاحب نے ہندوستان کی اقبال اکادمی دہلی کو سنبھالا تا کہ اقبالیات کے حوالہ سے کوئی اچھا کام سرانجام دے سکیں۔ مگر ایسا کوئی کام نظر نہیں آتا کہ جس پر اقبال اکادمی دہلی کی اشاعت کا گمان ہوتا ہو۔

پروفیسر عبد الحق سے اس حوالہ سے استفسار کیا تو انہوں نے 29۔ اگست 2005ء کو اپنے مکتوب میں وضاحت فرمائی۔ انہوں نے اپنے خط میں تفصیل سے ہندوستان میں ہونے والے اقبالیاتی ادب کی کاوشوں پر روشنی ڈالی تھی۔ پروفیسر عبد الحق نے اپنے خط میں یہ بھی بتایا تھا:

"آپ نے جن اشخاص سے ملاقات کی اُن کی حیثیت مسلّم ہے۔ مگر اقبال شناسی سے زیادہ سروکار نہیں۔ ہاں برنی صاحب تھوڑی شد بد رکھتے ہیں نام کی اکیڈمی بھی قائم کی ہے"(10)

اس خط میں ایک بات تو واضح ہے کہ برنی صاحب کی شد بد کا کچھ حوالہ تو موجود ہے آپ نے اپنی اس شد بد کو اقبالیاتی ذوق کی تسکین کے لیے پروان چڑھایا اور ان کے اس اقبالیاتی شوق نے انہیں مجبور کیا کہ اقبالیات کے حوالہ سے کوئی ادارہ بنایا جائے۔ اُس وقت آپ کے سامنے اس سے بڑھ کر اور تو کوئی خیال نہ آیا ہو گا کہ اقبالیات کی ترویج، فکرِ اقبال کی تبلیغ اور اقبال کے نظریات کو ہندوستان کے مقتدر افراد کے سامنے ضرور پہنچنا چاہیے۔ یہ ایک علیحدہ بحث ہے کہ آپ نے افسران کے سامنے اقبال کی کس فکر کا اظہار کیا؟ یا پھر فکر اقبال کو کس طرح دوسرے افسران کے سامنے پیش کیا؟ عوامی حلقوں کی بات بعد میں ہے۔ جب کسی کی بات کو اعلیٰ حلقوں میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو پھر عوام کی جانب سے بھی پزیرائی ملتی ہے مکمل نہ سہی۔ اور پھر سب کو کہاں خوش کیا جا سکتا ہے آخر کہیں نہ کہیں، کوئی بات تو ایسی آ ہی جاتی ہے کہ دیگر ماہرین اتفاق کی بجائے اس سے مخالفت کرتے ہیں اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہوتا کہ کوئی مکمل طور پر غلط ہے۔

اگر برنی صاحب اقبال اکیڈمی کی ذمہ داری نہ سنبھالتے تو شاید اس اکیڈمی کا وجود ہی نہ ہوتا اور پھر آپ افسران کے قریب تھے اس لیے اقبال اکادمی کے قیام میں آسانی رہی۔ راقم الحروف جب ہندوستان گیا تھا تو ٹیلی فون کیا اور برنی صاحب سے ملاقات کا وقت طے کر لیا۔ پھر وقتِ مقررہ پر وہاں پہنچا۔ ان کے گھر کا ڈرائنگ روم ہی اقبال اکیڈمی تھا۔ وہاں برنی صاحب سے بہت سے موضوعات پر گفتگو ہوئی۔ آپ نے پیرانہ سالی کے باوجود اپنے ہاتھ سے چائے بنائی اور مجھے پیش کی۔ ایسا کرتے ہوئے ان کے چہرے پر ایک اقبال شناس مسلمان کی وہ چمک موجود تھی کہ جس کا ذکر اقبال نے اپنی نظم ونثر میں کیا کہ زندہ وجاوید مسلمان کی شان کیا ہوتی ہے، وہ حلقۂ یاراں میں ریشم کی طرح نرم ہوتا ہے۔ کچھ ایسی ہی نرم خو طبیعت دیکھنے کو ملی۔ پھر اقبالیات کے حوالہ سے اس ایک ڈرائنگ روم کی اقبال اکیڈمی میں بیٹھ کر ان سے جو گفتگو ہوئی، اس میں اقبال شناسی کا پہلو عیاں تھا۔ کیا ہندوستان کے مسلمان اقبال شناس یا دیگر لوگ جو اقبال شناسی میں اور فکرِ اقبال کی تبلیغ میں کوئی دلچسپی رکھتے ہیں، انہوں نے کبھی کسی حوالہ سے اقبال اکیڈمی جانے اور برنی صاحب سے کسی اقبالیاتی مسئلہ پر گفتگو کرنے یا وقت لینے کی کوشش کی تھی؟ شاید اس وقت کی اقبال اکیڈمی (انڈیا) دہلی، اتنی مقبول ہی نہ تھی۔ پروفیسر عبد الحق نے اس وقت کی اقبال اکیڈمی کے بارے میں فرمایا تھا۔ اقبال اکیڈمی بھی ان کی ذات تک محدود تھی سال میں

کبھی کبھار مفت میں ایک آدھ لیکچر کسی کا دلوا دیا کرتے تھے کئی دنوں سے وہ بھی بند ہے۔ برنی صاحب کے بارے میں یہ بھی سنا گیا کہ آپ نے اردو کو دھیلے بھر کا کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ اقبال کے خطوط یک جا کر کے کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کو مرتب کرنے کا مقصد بھی صرف اردو اکادمی دہلی سے پچاس ہزار روپے رائلٹی کے طور پر وصول کرنا تھا۔ کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی ترتیب و تدوین دراصل بہت اہم اور بڑا منصوبہ تھا۔ اسے قبول کرنا اور پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہی بہت بڑی بات تھی۔ اس کی تکمیل کے بعد خامیوں کی نشاندہی بھی کی گئی جس کا مطلب یہ ہونا چاہیے کہ مزید تحقیق اور تنقید کے پہلو سامنے آتے ہیں۔ نئی تحقیق نئے پہلو سامنے لاتی ہے۔ برنی صاحب نے کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی پہلی جلد کے ضخیم مقدمے میں لکھا تھا کہ اقبال سے منسوب کوئی بھی تحریر غلط ثابت نہیں ہوئی۔ اس کے بعد لمعہ کے نام اقبال کے خطوط کا قصہ سامنے آیا۔ انہیں جعل سازی کی بھیانک مثال قرار دیا گیا۔ مگر تحقیق وتنقید میں یہ بھی رد نہیں کیا جاسکتا کہ کچھ محققین اس کے حق میں نرم گوشہ بھی رکھتے ہیں۔ مختار مسعود نے ڈاکٹر تحسین فراقی کی مدد سے اقبال اکادمی پاکستان۔ لاہور کے تعاون سے اپنے والدِ محترم کی کاوش "اقبال نامہ یک جلدی" کی نئی اشاعت سے لمعہ کے چند خطوط کا اخراج کروا دیا ہے مگر یاد رہے "اقبال اور بھوپال" کے مصنف کی بات ابھی قائم ہے کہ لمعہ کے خطوط کا جعلی ہونا صرف زبانی باتیں ہیں کوئی تحریری ثبوت اور تصدیق نہیں ہے۔ پونا یونیورسٹی نے "ٹیگور۔ اقبال اور لمعہ" کے عنوان سے کیے جانے والے کام پر پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی

منظور کی تھی۔ اس مین بھی لمعہ کے خطوط کی مصدقہ مثالیں موجود ہیں۔ اس کے جواب میں یہ بات ضرور سامنے آتی ہے کہ اسے ادبی تاریخ میں کذب کی کریہہ صورت قرار دیا۔ اور مقالہ نگار ڈاکٹر اکبر رحمانی کی تصنیف "تحقیقات وتاثرات" کو دروغ گوئی کا سب سے مذموم اور سفلانہ مظاہرہ قرار دیا مگر اس کے باوجود لمعہ کے خطوط کی اہمیت اپنی جگہ قائم ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کئی معاملات میں بہت بہتری بھی آئی ہے۔ پروفیسر عبد الحق نے جب سے اقبال اکیڈمی (ہند) نئی دہلی میں کام شروع کیا ہے، اکیڈمی کی کچھ صورت بھی سامنے آئی ہے اور اکیڈمی کا مجلہ "میر اپیام" جاری کیا جو مسلسل شائع ہو رہا ہے۔

اقبال اکادمی دہلی کی قیادت سے قبل بھی برنی صاحب اقبالیات کے حوالہ سے شائع ہونے والی کتب کا کسی نہ کسی طرح حصہ بنتے رہے تھے۔ ڈاکٹر اخلاق اثر کتاب "اقبال اور ممنون" پر برنی صاحب کا ایک تبصرہ موجود ہے۔ آپ کے تعارف میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

"جناب سید مظفر حسین برنی، گورنر انگریزی میں علامہ اقبال کی حیات تحریر فرمارہے ہیں"(11)

برنی صاحب کی طرف سے ایسی کوئی تحریر جس پر علامہ اقبال کی حیات کا گمان گزرتا ہو، سامنے نہیں آئی۔ بہت زیادہ تلاش کے باوجود، رابطوں کے بعد اور کئی افراد یہاں تک کہ ان کے اپنے خونی رشتہ داروں، اعزہ واقارب سے بھی رابطے کے باوجود ایسا کوئی مواد دستیاب نہ ہو سکا جس سے حیاتِ اقبال کی انگریزی تصنیف کا سراغ لگایا جاسکتا۔

برنی صاحب کے احوال و آثار اور علمی و ادبی خدمات پر روشنی ڈالنے کا مقصد ہندوستانی اقبال شناس کی کاوشوں کو منظرِ عام پر لانے کے ساتھ ساتھ انہیں خراجِ تحسین پیش کرنا بھی ہے۔ برنی صاحب کی خدمات اقبالیات کے میدان میں بے مثال ہیں۔ تحقیق اور تنقید کی راہیں کشادہ ہیں برنی صاحب نے اقبالیات کے لیے جو مواد فراہم کیا ہے اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ برنی صاحب کو تنقید کا نشانہ بنا کر ان کی کاوشوں کو طاقِ نسیاں پر رکھ دیا جائے۔ یہ اقبالیات کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہو گا۔ کلیاتِ مکاتیبِ اقبال اردو کی چاروں جلدیں اور آپ کی تصنیف محبِ وطن اقبال، اقبالیات کا بہت ہی اہم خزانہ ہے، اس کی قدر و قیمت محققین اور مدبرین کے نزدیک بہت زیادہ ہے۔ تدوین و ترتیب میں کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی چار جلدوں سے بہتر کوئی عمدہ مثال موجود نہیں ہے۔ اس میں موجود خامیوں کی نشاندہی کی جائے تاکہ اس خزانہ میں اصلاح کی جائے اور اقبال کے خطوط مزید عمدہ اور مصدقہ حالت میں محفوظ کیے جاسکیں۔ اقبالیات کے اس خزانے کی حفاظت اور اسے محفوظ کرنے والوں کا احترام کرنا ہمارا قومی، ملی اور اخلاقی فرض ہے۔ اس مضمون میں مستند حوالہ جات اور مثالیں موجود ہیں۔ بہت سی باتوں پر تحقیق کے اشارے موجود ہیں۔ نئے محققین اور نقاد اپنی بصیرت کے بل بوتے پر نئے موضوعات کی روشنی میں اقبالیات کو وسیع کرنے میں اپنا کردار ادا کریں گے۔

حوالہ جات

(1) عبدالحق، پروفیسر، مکتوب بنام، محمد عامر اقبال، یکم فروری 2008ء، مشمولہ، مقالہ، سید مظفر حسین برنی کی اقبال شناسی، اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ستمبر 2008ء، صفحہ 321

(2) کے۔ ایچ۔ برنی، مکتوب بنام، محمد عامر اقبال، 22۔ فروری 2008ء، مشمولہ، سید مظفر حسین برنی کی اقبال شناسی، صفحہ 313

(3) اقبال، کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، جلد اول، مرتبہ، سید مظفر حسین برنی، نئی دہلی: اورو اکادمی، اشاعت پنجم 1999ء، صفحہ 5 خفی

(4) توقیر احمد خاں، تبصرے، نئی دہلی: جامع نگر، ایف 14 / 13، دسمبر 2009ء، صفحہ 31

(5) عبدالحق، پروفیسر، مکتوب بنام، محمد عامر اقبال، یکم فروری 2008ء، مشمولہ، مقالہ، سید مظفر حسین برنی کی اقبال شناسی، صفحہ 321

(6) خلیق انجم، ڈاکٹر، تبصرہ، ہفت روزہ ہماری زبان نئی دہلی، مشمولہ، محبِ وطن اقبال، سید مظفر حسین برنی، ہریانہ: اردو اکادمی، 1999ء، صفحہ 161

(7) ابوالحسن علی ندوی، تبصرہ، مشمولہ، محبِ وطن اقبال، مظفر حسین برنی، ہریانہ: اردو اکادمی، 1999ء، صفحہ 156

(8) شمس الرحمٰن فاروقی، تبصرہ، مشمولہ، محبِ وطن اقبال، مظفر حسین برنی، صفحہ 157

(9) عبدالحق، پروفیسر، اقبال اور اقبالیات، سرینگر: میزان پبلشرز، متصل فائر اینڈ ایمر جنسی سروسز، بٹہ مالو، بار دوم 2009ء، صفحہ 116

(10) عبدالحق، پروفیسر، مکتوب بنام، محمد عامر اقبال، 29۔ اگست 2005ء، مشمولہ، مقالہ، سید مظفر حسین برنی کی اقبال شناسی، صفحہ 317

(11) اخلاق اثر، ڈاکٹر، اقبال اور ممنون، بھوپال: طاعق پبلشرز، منزل چو کی امام باڑہ، طبع ثانی، مئی 1991ء، صفحہ 152

کتابیات

☆ اخلاق اثر، ڈاکٹر، اقبال اور ممنون، بھوپال: طاعق پبلشرز، منزل چو کی امام باڑہ، طبع ثانی، مئی 1991ء

☆ اقبال، کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، جلد اول، مرتبہ، سید مظفر حسین برنی، نئی دہلی: اورو اکادمی، اشاعت پنجم 1999ء،

☆ توقیر احمد خاں، تبصرے، نئی دہلی: جامع نگر، ایف 14 / 13، دسمبر 2009ء

☆ عبدالحق، پروفیسر، اقبال اور اقبالیات، سرینگر: میزان پبلشرز، متصل فائر اینڈ ایمر جنسی سروسز، بٹہ مالو، بار دوم 2009ء

☆ مظفر حسین برنی، سید، محبِ وطن اقبال، ہریانہ: اردو اکادمی، 1999ء

مقالہ جات

☆ سید مظفر حسین برنی کی اقبال شناسی، مقالہ نگار، محمد عامر اقبال، اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ستمبر 2008ء

مکتوبات

☆عبدالحق، پروفیسر، مکتوب بنام، محمد عامر اقبال، یکم فروری 2008ء

☆کے۔ ایچ۔ برنی، مکتوب بنام، محمد عامر اقبال، 22۔ فروری 2008ء